موازنہ انیس و دبیر کا قضیہ

ڈاکٹر انیس اشفاق

ABSTRACT:

Moawazna-e-Anees-o-Dabeer is, undoubtedly, one of the most influential and well-debated books of Urdu. This article reads all the criticism lattar on maked on the work. This article strives the conclusion that Dabir was never such a Pigmy as has been drawn in comparison with Anees. Dabir as a poet, had to suffer a lot due to this book criticism.

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اپنی تمام تصنیفوں میں شبلی کو سب سے زیادہ شہرت موازنہ لکھ کر حاصل ہوئی اور اسی کے ساتھ یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ یہ شہرت انہیں دبیر پرستوں کی نہ تھمنے والی اس مہم سے ملی جو موازنے کی اشاعت کے فوراً بعد اس کے خلاف شروع ہوگئی تھی۔ شبلی کی اس کتاب سے پیدا ہونے والے اس تاثر نے کہ یہ دراصل انیس کے مقابل دبیر کو سبک کرنے کا ایک جارحانہ عمل ہے محبّان دبیر کو مشتعل کر دیا اور وہ چنگاری جو عبدالغفور نسّاخ نے انتخابِ نقص کی شکل میں چھوڑی تھی، لکھنؤ کی زمین پر انگارے کی طرح دہک اٹھی اور موازنے کے خلاف تحریروں کی ایک باڑھ سی آ گئی۔ اس مخالفت کا اصل اور منطقی سبب یہ تھا کہ شبلی نے اپنی کتاب کا عنوان موازنہ رکھنے کے باوجود دونوں شاعروں کا تقابل کرتے وقت موازنے کے بنیادی مطالبے یعنی دونوں شاعروں کے یکساں مقدارِ کلام کا لحاظ نہیں رکھا۔ اسی یکطرفہ عمل کی بنا پر اُن پر حد سے بڑھی ہوئی انیس پرستی کا الزام لگا کر انہیں جنبہ داری کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا اور اس وقت سے آج تک شبلی کو دبیر کُشی کے اس سنگین الزام سے آزاد نہیں کیا گیا۔

بیسویں صدی کے اس بڑے ادبی قضیے پر قلم اٹھاتے وقت اُس ماحول کا ایک مرقع پیش کرنا ضروری ہے جو انیس و دبیر کے آمنے سامنے آنے کے بعد لکھنؤ کی گرم ہوتی ہوئی زمین پر تیار ہو رہا تھا:

''چونکہ انیس و دبیر ایک ہی آسمان کے دوستارے تھے اس لئے طرفین ایک دوسرے کو اپنے

اپنے کمالات کی ضو دکھاتے اور مرثیوں میں خوشنما چوٹیں کر جاتے تھے۔ اس شاعرانہ نوک جھونک کا یہ اثر پیدا ہوا کہ ایک دوسرے کے ہوا خواہ آپس میں کچھ اور ہی انداز برتنے لگے۔ ایک جماعت انیسی ہونے پر فخر کرنے لگی تو دوسری دبیری ہونے پر نازاں ہوئی۔ یہ دونوں جماعتیں ہر وقت خانہ جنگی پر تلی رہتی تھیں۔'' (۱)

ایسے حسّاس اور مجادلانہ ماحول میں کوئی بھی ایسی کتاب لکھتا اور شبلی ہی کا سا طریقۂ کار اختیار کرتا تو اسی طرح کی ہلچل اور گرما گرمی پیدا ہوتی۔ درج بالا اقتباس میں کھینچی ہوئی تصویر کے مطابق میدانِ مرثیہ میں طرفین کے اترنے کے بعد انیسیوں اور دبیریوں کی صفیں آراستہ ہونے لگی تھیں اور کسی ایک طرف کا علم اونچا ہونے پر دوسری طرف کی صف اپنا علم اس سے زیادہ اونچا کرتی اور معرکہ شروع ہوجاتا۔ گویا ایک کو دوسرے سے بڑا بتائے جانی کا یہ متحاربانہ عمل لکھنؤ میں بہت پہلے سے شروع ہوگیا تھا۔ ایک دوسرے سے نبرد آزما ان دونوں گروہوں کی تربیت اگرچہ لکھنؤ کی زباں ساز ادبی فضا میں ہوئی تھی اور یہ دونوں گروہ ادبی اور لسانی امور سے اچھی طرح آگاہ تھے لیکن انیس و دبیر کے شاعرانہ مرتبے کے معاملے میں یہ اپنی طرفداریوں سے اوپر نہ اٹھ سکے۔

پروفیسر نیر مسعود نے اپنی انتہائی عمدہ کتاب ''معرکۂ انیس و دبیر'' میں اس معرکے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اس کے عالمانہ اور جارحانہ دونوں رخوں کو بخوبی نمایاں کیا ہے۔ ان معرکوں میں ایک طرف شخص پرستی کے جوش میں سرِ مجلس گریبانوں پر ہاتھ ڈال دیے جاتے اور دوسری طرف دونوں شاعروں کے مابین ایک سے مضامین کی ادائی میں جوابی کلاموں کے ذریعے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی سعی کی جاتی تھی۔ صف بندیوں اور محاذ آرائیوں کے اس ماحول میں جب شبلی کا موازنہ سامنے آیا اور جب اس میں دبیر کے بہت کم کلام کو بنیاد بنا کر بہت سخت لہجے میں دبیر کو نشانہ بنایا گیا تو سب کے سب دبیر پرست بھڑک اٹھے اور موازنے کا منھ توڑ جواب دینے کے لئے ہتھیار بند ہوکر میدان میں نکل آئے اور شبلی کی گھیرا بندی شروع کردی۔ ہماری ادبی تاریخ میں شاید ہی کوئی کتاب اپنی اشاعت کے بعد اتنے شدید ادبی تنازعے کا شکار ہوئی ہو اور مضمونوں اور کتابوں کی شکل میں شاید ہی کسی کتاب کے اتنے جوابات لکھے گئے ہوں۔

سوال یہ ہے کہ ایسا شبلی ہی کے ساتھ کیوں ہوا۔ شبلی سے قبل آزاد اور حالی بھی اپنی کتابوں میں صنفِ مرثیہ پر خامہ فرسائی کر چکے تھے۔ آزاد نے آبِ حیات میں دونوں شاعروں کے ذکر میں موازنے کا سا انداز اختیار کیا لیکن بہ کمالِ ہوشیاری اس انداز میں خود کو شامل کرنے کے بجائے مقابلوں والے بیانات انیسیوں اور دبیریوں کے مکالموں کے ذریعے دلوادیے۔ لیکن ایک جگہ وہ انیس کے بارے میں ایسی باتیں کہہ گئے جن کی تہہ میں دبیر دب سے گئے۔ یہ بیان ملاحظہ ہو:

''مگر اتنا یہاں بھی کہتا ہوں کہ میر انیس صاحب صفائیِ کلام، لطفِ زبان، چاشنیِ محاورہ، خوبیِ بندش، حسنِ اسلوب، مناسبتِ مقام، طرزِ ادا اور سلسلے کی ترتیب میں جواب نہیں رکھتے۔'' (۲)

اس بیان کو غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ شاعری کی ایسی کون سی خوبی ہے جو آزاد نے انیس میں نہ بتائی ہو۔

انہوں نے فصاحت اور بلاغت کا ذکر تو نہیں کیا مگر وہ خوبیاں (مناسبتِ مقام، صفائیِ کلام، سلسلے کی ترتیب) بتادیں جو ان اصطلاحوں سے مخصوص ہیں اور دبیر کے سلسلے میں آزاد نے وہی باتیں کہی ہیں جو عام طور پر کہی جاتی رہی ہیں۔ یعنی شوکتِ الفاظ، مضامین کی آمد، غم انگیز اشارے، المناک اور دلگداز انداز۔ لیکن یہ اوصاف دبیر کو انیس کے برابر نہیں لاتے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انیس و دبیر کے بارے میں آزاد کی نقل کی ہوئی باتوں کے جواب میں ساڑھے پانچ ہزار الفاظ پر مشتمل ''تنقیدِ آبِ حیات'' کے نام سے میر محمد رضا ظہیر کی جو کتاب سامنے آئی اس میں آزاد کو مخالفِ دبیر بتاتے ہوئے ان کی واقعاتی لغزشوں کا جواب تو دیا گیا لیکن آزاد نے جس ذہانت و ذکاوت کے ساتھ انیس کو دبیر سے آگے بڑھا دیا تھا اس پر کوئی اظہارِ خیال نہیں کیا گیا۔

اور حالی نے تو غضب یہ کیا کہ مرثیے کے پورے بیان میں صرف ایک جگہ آتش سے منسوب روایت کے حوالے سے دبیر کا ذکر کیا اور بس۔ صنفِ مرثیہ سے متعلق بارہ صفحوں کی عبارت میں حالی نے کہیں دو حرف بھی دبیر پر صرف نہیں کئے لیکن ستم یہ کیا کہ دبیر کا نام لئے بغیر انیس کی زبان اور طرزِ بیان کی خوشہ چینی کے اس الزام کو بالکل بجا قرار دے دیا جو دبیریوں کو سب سے زیادہ مشتعل کرتا تھا۔ یہ بیان دیکھئے:

> ''انہوں نے اپنے کلام میں جابجا اس بات کا اشارہ کیا ہے اور بالکل بجا کیا ہے کہ ان کے ہم عصر مرثیہ گو ان کی زبان اور طرزِ بیان کے خوشہ چیں تھے۔''

اور اس بیان کے ثبوت میں یہ دو شعر نقل کئے ہیں:

نہریں رواں ہیں فیضِ شہِ مشرقین کی
پیاسوں پیو سبیل ہے ذِکر حسین کی
لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

اور اس کے بعد انیس اور صرف انیس کی توصیف کرتے چلے گئے اور آخراً انیس ہی کے مرثیے کو مثالی مرثیہ قرار دیا۔

کلام انیس سے ہم عصر مرثیہ گویوں (جن میں سب سے نمایاں دبیر تھے) کے فیض اٹھانے کے الزام کو حالی کا بجا قرار دینا اور دبیر کو مرثیے کے ذکر میں سرے سے نظر انداز کر دینا دبیر پرستوں پر ایک بڑا حملہ تھا لیکن حیرت ہے کہ اس پر دبیریوں کا متوقع ردِّعمل سامنے نہیں آیا۔ لیکن موازنے کے منظرِ عام پر آتے ہی گروہ بند دبیریوں کی جانب سے ایک کے بعد ایک کتابیں آتی چلی گئیں اور یہ سب کی سب کتابیں یا تحریریں دو سو پچاسی (285) صفحات کو محیط شبلی کی پوری کتاب کے بجائے اُن انیس (19) صفحات کے جواب میں لکھی گئیں جو شبلی نے ''میر انیس اور مرزا دبیر کا موازنہ'' کے عنوان سے لکھے ہیں اور جن میں کلامِ دبیر کے معائب کو بیان کیا گیا ہے۔ موازنے سے عام قاری کا یہ تاثر قبول کرنا حق بجانب ہے کہ اِنہیں اُنیس صفحوں کے لئے پوری کتاب لکھی گئی ہے۔ اور یہ صحیح بھی ہے کہ شبلی نے اِنہیں اُنیس صفحوں میں دبیر کے حقیر سے حصے کو سامنے رکھ کر انیس و دبیر کے مقدمۂ شعر کا فیصلہ کیا ہے۔ آگے بڑھنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ موازنے کے خلاف بعض نمائندہ تحریروں میں سے وہ جوابات آپ

کے سامنے پیش کر دیے جائیں جو اِنہیں اُنیس صفحات سے متعلق ہیں۔ شبلی پر لکھنوی زبان سے ناواقفیت کا الزام عائد کرتے ہوئے شیخ محمد جان عروج فیض آبادی اپنی کتاب تردیدِ موازنہ میں لکھتے ہیں:

''موازنہ بھی فنِ شاعری میں اپنا عبور ظاہر کرنے کے لئے لکھا گیا ہے ورنہ انیس و دبیر کا رنگِ سخن جدا جدا ہے اور ان دونوں کا موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔'' (۳)

مرزا اوج کے شاگرد منیر شکوہ آبادی پھبتی بازوں کے سے انداز میں پہلے شبلی کی زبان کو خلافِ محاورہ بتاتے ہیں، پھر شبلی کے اعتراضوں کی پانچ قسمیں گنواتے ہیں، پھر اُس اعتراض پر جو شبلی نے دبیر کے بعض عربی الفاظ و تراکیب پر یہ کہہ کر کیا تھا کہ اردو زبان کی سلاست و روانی ان لفظوں کی متحمل نہیں ہوسکتی، یہ ردّعمل ظاہر کرتے ہیں:

''وہ الفاظِ مستعملہ عربی و فارسی کون کون سے ہیں جن کا تحمل باوجودِ استعمال اردو زبان نہیں کرسکتی.....تحریر میں الفاظ قلیل الحروف وکثیر المعنی لائے جاتے ہیں کیونکہ اگر ان کے معنیٰ لائے جائیں تو ایک بہت بڑی عبارت ہوجائے۔'' (۴)

علیٰ ہذا القیاس افضل حسین ثابت نے ''حیاتِ دبیر'' کے سولہویں باب کا عنوان ''آفتاب میں بڑے بڑے داغ'' رکھ کر شبلی کے یہاں درج ذیل سات قسم کے داغ ڈھونڈے ہیں:

''ناواقفی، نافہمی (48 صفحے)/ زباں دانی کی غلطیاں (12 صفحے)/ اتہام (14 صفحے)/ ہوشیاری (11 صفحے)/ سخت کلامی اور بنانے چندرانے کا داغ (16 صفحے)/ سرقہ اور مولوی شبلی صاحب کا انیس و دبیر کی طرف نسبت دینا (8 صفحے)/ متفرقات چھوٹے چھوٹے بہت سے دھبوں سے مل کر یہ داغ بنا ہے (36 صفحے)۔''

اور **المیزان** کے مصنف فوق مہابنی کا کہنا ہے کہ ''شبلی نے دبیر کے کلام سے مثالیں دے کر جن باتوں کو قابلِ اعتراض قرار دیا ہے وہ باتیں انیس کے یہاں بھی موجود ہیں اور دونوں شاعروں کا متحد المضمون کلام پیش کرکے دبیر کے کلام کو بہتر بتاتے ہوئے فوق بتاتے ہیں کہ شبلی کی پیش کردہ مثالوں سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔''

آپ نے دیکھا کہ موازنے کے خلاف لکھی جانے والی تحریروں کا تعلق اُنہیں اُنیس (19) صفحوں سے ہے جو انیس و دبیر کے براہِ راست موازنے سے متعلق ہیں۔ گویا دبیر پرستوں کی ساری کی ساری صف آرائی انہیں صفحوں کے مندرجات کے خلاف کی گئی اور یوں 266 صفحوں کے وہ مباحث پسِ پشت جا پڑے جن میں رثائی شاعری کی تعبیر و تفہیم سے متعلق پہلی بار بہت مفید اور کارآمد باتیں کہی گئی تھیں۔

○

اپنے اصل مبحث پر قائم رہتے ہوئے اب ہم اپنی گفتگو کا زاویہ بدل کر اس سوال کی طرف آنا چاہتے ہیں جو موازنہ اور اس کی جوابی تحریروں کے بار بار پڑھنے کے بعد ہمارے ذہن میں اٹھتا رہتا ہے۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ

شبلی نے کیا واقعی انیس و دبیر کے تقابل کی نیت باندھ کر یہ کتاب لکھی تھی۔ بظاہر اس کا جواب اثبات میں اس لئے ہے کہ شبلی نے آغازِ کتاب میں لکھنؤ کی ہنگامہ خیز فضا کو نگاہ میں رکھ کر انیس کو بڑا شاعر بتاتے ہوئے یہ لکھ دیا تھا کہ ''بدمذاقی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ اور مرزا دبیر حریفِ مقابل قرار دیے گئے اور مدت ہائے دراز کی غور وفکر، کدوکاوش، بحث وتکرار کے بعد بھی فیصلہ نہ ہوسکا کہ ترجیح کا مسند نشیں کس کو کیا جائے۔''

اس بیان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حالی نے تقابل ہی کی نیت باندھی تھی لیکن اسی کے فوراً بعد کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''اس بنا پر مدت سے میرا ارادہ تھا کہ کسی ممتاز شاعر کے کلام پر تنقید وتقریظ لکھی جائے جس سے اندازہ ہوسکے کہ اردو شاعری باوجود کم مائیگیِ زبان کیا پایہ رکھتی ہے۔ اس غرض کے لئے میرانیس سے زیادہ کوئی شخص انتخاب کے لئے موزوں نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ ان کے کلام میں شاعری کے جس قدر اصناف پائے جاتے ہیں، اور کسی کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ شکر ہے کہ آج اس ارادے کے پورے ہونے کی نوبت آئی اور یہ کتاب ناظرین کی خدمت میں پیشکش ہے۔''

اتنا کہنے کے بعد شبلی نے اپنے بیان میں یہ جملہ بھی ٹانک دیا:

''اس کتاب میں میرانیس کا موازنہ ''بھی'' مرزا دبیر سے کیا گیا ہے۔''

اس جملے میں 'بھی' کا لفظ بتاتا ہے کہ چلتے چلتے میں نے یہ کام بھی کردیا ہے۔ درج بالا بیان میں آپ نے شبلی کے دل کا چور پکڑا۔ یعنی اب وہ یہ بتاتے ہیں کہ کسی شاعر کو بنیاد بنا کر کچھ ایسا لکھا جائے جس سے اندازہ ہو کہ اردو شاعری باوجود کم مائیگیِ زبان کیا پایہ رکھتی ہے اور اس کے لئے انہوں نے انیس کا انتخاب اس لئے کیا کہ انیس کی شاعری میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے وہ بتانا اور دکھانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بات شبلی کے ذہن میں ایسے ہی نہیں آئی۔ انیس کے بارے میں آزاد اور حالی کے بیانات انہوں نے پڑھ رکھے تھے۔ انہیں پڑھنے کے بعد شبلی نے اگر انیس کو نہیں پڑھا ہوگا تو پڑھنا شروع کردیا ہوگا اور اگر پڑھ لیا ہوگا تو دوبارہ اور توجہ سے پڑھا ہوگا اور تب یہ اعتراف کیا ہوگا۔

> ''میرانیس کے کمال کا اگرچہ جس قدر مجھ کو اعتراف ہے شاید ہی کسی اور کو ہوگا۔''

اور پھر یہ سوچنا شروع کیا ہوگا کہ جس صنفِ شعر میں انیس اپنی جولانیاں دکھا رہے ہیں اس کو پرکھنے کے پیمانے تو مقرر ہوئے ہی نہیں۔ یہ سوچتے وقت یہ بھی محسوس کیا ہوگا کہ بہ اعتبارِ موضوع انیس کے بیانیے میں بڑی وسعت ہے اور بہ لحاظِ فن اس میں زبردست شاعرانہ رموز پنہاں ہیں اور تب فیصلہ کیا ہوگا کہ اس بیانیے کو بیانِ واقع تک محدود رکھنے کے بجائے اس کے اندر موجود اُن معنوی اور لسانی امکانات کی جستجو کی جائے جو بڑی شاعری سے عبارت ہیں اور ظاہر ہے یہ کام کسی اصول سازی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پھر یہ کہ شبلی کو شاید یہ بھی اچھا نہ معلوم ہوا ہو کہ حالی اردو شاعری کا طویل مقدمہ لکھ رہے ہیں لیکن مرثیے کے ذکر میں نہ تو وہ اس صنف کی ماہیت و

معنویت پر گفتگو کرتے ہیں اور نہ انیس کی توصیف کو مثالوں سے درست ٹھہراتے ہیں۔ واضح رہے کہ مرثیے سے متعلق صفحات میں شروع کے ایک دو صفحوں میں انیس کی توصیف کے بعد حالی نے واقعۂ کربلا کے سبق آموز جزئیات بیان کرنا شروع کر دیے اور انہیں ختم کرنے کے بعد بس اتنا لکھ دیا:

''ہمارے نزدیک نہ صرف اردو بلکہ فارسی و عربی شاعری میں بھی ایسی نظمیں مشکل سے ملیں گی جن میں ایسے اعلیٰ درجے کے اخلاق بیان کئے گئے ہوں۔'' (۶)

یعنی اردو نظم کے وکیل اوّل حالی جہاں نظم کی ایک نمائندہ صنف پر بہت کچھ لکھ سکتے تھے وہاں سرسری طور پر کچھ باتیں کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

درج بالا سطور میں ابھی میں نے موازنے کی ابتدائی عبارت کا حوالہ دیتے وقت انیس کو مرزا دبیر کا حریفِ مقابل قرار دینے والے جملے لکھے تھے۔ لیکن انہیں جملوں سے قبل شبلی یہ بھی لکھ رہے ہیں:

''میر انیس کا کلام شاعری کے تمام اصناف کا بہتر سے بہتر نمونہ ہے لیکن ان کی قدردانی کا طغرائے امتیاز صرف اس قدر ہے کہ کلام فصیح ہوتا ہے اور بین اچھا لکھتے ہیں۔''

یعنی شبلی سمجھ رہے ہیں اور اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ انیس اور ان سے متعلق صنفِ شعر میں موجود اصل اور اہم اجزا تک پڑھنے اور سننے والوں کی نگاہ پہنچی ہی نہیں ہے۔ اور تب شبلی نے ضروری جانا کہ اس صنف کو پوری طرح سمجھنے کے لئے رثائی شاعری بالخصوص مرثیے کی ایک ایسی شعریات کا وضع کیا جانا ضروری ہے جو اس کے فنّی اور بیانیاتی رموز کی راہیں روشن کر سکے اور یہیں شبلی کی باندھی ہوئی نیّت ٹوٹ گئی اور یہیں انہوں نے اُن باتوں پر جو آزاد اور حالی انیس اور مرثیے کے بارے میں برائے بیت کہہ کر آگے بڑھ گئے تھے ٹھہر ٹھہر کر نگاہ ڈالی اور انیس کی شاعری کے خصوصیات کے بہانے مرثیے کو سمجھنے کے لئے اپنی شعریات کے درجہ بہ درجہ تنقیحات قائم کئے۔ ان تنقیحات کے پردے میں شبلی بیک وقت دو کام کر رہے تھے۔ ایک طرف وہ انیس کی شاعری کی مدد سے مرثیے کی شعریات بنا رہے تھے اور دوسری طرف اسی شعریات سے انیس کی شاعری کو سمجھا رہے تھے۔ ایک دوسرے کے بدل کے طور پر بننے والی اس شعریات میں انہیں دبیر سے زیادہ سروکار نہیں تھا۔ موازنے کے دو سو چھیاسٹھ صفحوں میں یہ سروکار انہوں نے وہاں وہاں رکھا جہاں جہاں اپنے مبحث کی زیادہ وضاحت کے لئے دبیر کو لانا ضروری جانا۔ اب ذرا یہاں ٹھہر کر سوچئے کہ شبلی کی شعریات کے یہ تنقیحات اگر ہمارے سامنے نہ ہوتے تو کیا انیس اس وقت ہماری سمجھ میں آتے اور یہ بھی سوچئے کہ اپنے بیانیے کو فنکارانہ طور پر برتنے کی زبردست قوت اگر انیس میں نہ ہوتی تو کیا شبلی کی شعریات وجود میں آتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شعرِ انیس اور شعریاتِ شبلی ایک دوسرے کا بدل ہیں۔ یہاں ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ شبلی کے قائم کئے ہوئے تنقیحات اور ان کی وضاحتیں ہمارے لئے پوری طرح قابلِ قبول نہیں ہیں کہ بیانیے کی نئی تعبیرات نے انیس کے ہمہ سمت شعری بیانیے میں نئے جہات و جوانب پیدا کر دیے ہیں۔ اس لئے انیس کو مکرر سمجھنے کے لئے ہمیں ایک نئی اور شبلی سے کہیں بہتر شعریات کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ بحث فی الوقت ہماری گفتگو کے دائرے میں شامل نہیں ہے اور اسے ہم کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ یہاں تو بس ہم یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ موازنے کا اصل مقصد موازنے کے بجائے وہ اصول سازی تھی جو انیس کے مثالی مرثیے کو نگاہ میں رکھ کر کی گئی تھی اور جس اصول سازی سے شبلی نے انیس کے مرثیے کو مثالی مرثیہ ثابت کیا تھا۔

تو پھر موازنے کے خلاف یہ شور کیسا؟ اس کا ذمہ دار بھی وہی لفظ ''بھی'' ہے جسے شبلی نے موازنے کی تمہید میں اس جملے میں استعمال کیا تھا: ''اس کتاب میں میر انیس کا موازنہ 'بھی' مرزا دبیر سے کیا گیا ہے۔'' عرض کیا جاچکا ہے کہ دوسو پچاسی صفحوں کی کتاب میں شبلی نے بہ مشکل اُنیس صفحے انیس و دبیر کے تقابل کے لئے نکالے۔ یہی وہ صفحے ہیں جن میں بقول معترضین شبلی نے دبیر کا کمزور اور وہ کلام جو ان کا نہیں تھا، سامنے رکھا اور اسی لئے یہ بات کہی گئی کہ شبلی نے کلامِ دبیر کا تفصیلی اور ہمدردانہ مطالعہ نہیں کیا اور یوں موازنے کی شرط کا لحاظ نہیں رکھا۔ دبیریوں کی طرف سے شبلی پر کلام انیس کے مقابل یہ جو کمزور کلام کے رکھنے کا الزام ہے یہاں اس کے ردّ کے لئے اسی زمانے میں لکھی ہوئی افضل حسین ثابت کی کتاب ''حیاتِ دبیر'' پر ایک تیکھے تبصرے کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''افضل حسین ثابت دبیر کو بہترین شاعر، قدرتی شاعر اور اردو کا خدائے سخن کہتے ہیں لیکن ان کی کتاب سے اس دعوے کی تائید نہیں ہوتی۔ انہوں نے کتاب میں دبیر کا منتخب یعنی بہترین کلام پیش کیا ہے۔ لیکن مجھے اس کتاب کے اثنائے مطالعہ میں اکثر جگہ ایسا کلام ملا ہے جو میرے نزدیک قابلِ اعتراض ہے۔ جب بہترین کلام کی یہ حالت ہے تو بقیہ کلام کیسا ہوگا۔'' (۷)

حسین رضوی کی نگاہ میں دبیر کے منتخب اور بہترین کلام میں بھی سُقم اور نقص موجود ہے۔ تو شبلی بھی اگر دبیر کا وہی کلام جو ثابتؔ نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی کے بعد چنا ہے، اپنے سامنے رکھتے تب بھی نتیجہ وہی نکلتا جو دبیریوں کی آزردگی کا سبب ہے۔ ستم بالائے ستم کہ شبلی نے دبیر سوزی کے اس عمل میں جابجا توہین آمیز اور اشتعال انگیز لہجہ اختیار کیا جس نے دبیر پرستوں کی آزردگی کو طیش میں بدل دیا۔ ایسے جملوں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے شبلی نہیں کلیم الدین احمد یا شمس الرحمٰن فاروقی بول رہے ہوں۔ یہ فقرے ملاحظہ ہوں:

1- کس قدر بھدّے الفاظ و بھدّی ترکیبیں ہیں۔ (۸)
2- ہاتھ میں پہننے کی انگوٹھی پر سورج کا نگینہ جڑنا کس قدر لغو بات ہے۔ (۹)
3- اظہار کے لئے مرزا صاحب نے جو طریقہ استعمال کیا ہے وہ کس قدر سفیہانہ اور عامیانہ ہے..... نہایت پست اور متبذل خیال ہے۔
4- کس قدر بیہودہ تشبیہ ہے۔

موازنے میں یہ اور اسی طرح کے دوسرے جملے بار بار استعمال ہوئے ہیں اور اسی لئے دبیریوں کی جانب سے شبلی پر یہ سنگین الزام بھی لگایا گیا کہ موازنہ انیس و دبیر دونوں کے خلاف ہے اور یہ کتاب شبلی نے خود کو ایک بڑا عالم ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے۔

اپنی گفتگو کے اس محل پر میں دبیریوں اور شبلی دونوں کا وکیل بن کر موازنے کے اس مقدمے کو درج ذیل سوالوں اور جوابوں کی صورت میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ پہلے دبیریوں کی جانب سے یہ استفسارات

ملاحظہ ہوں:

1- جب شبلی نے انیس کو بڑا شاعر پہلے ہی مان لیا تھا اور رثائی شاعری کی ساری خوبیاں ان میں دیکھ لی تھیں تو ''میر انیس اور مرزا دبیر کا موازنہ'' باب قائم کرنا کیا ضرور تھا؟

2- انیس کو برتر ثابت کرنے کے لئے انہوں نے دبیر کے اتنے کم کلام ہی کو کیوں بنیاد بنایا۔

3- جس تفصیل اور دلجمعی کے ساتھ شبلی نے انیس کا مطالعہ کیا تھا اسی تفصیل اور دلجمعی کے ساتھ انہوں نے دبیر کا مطالعہ کیوں نہیں کیا۔

4- جن مباحث کو مستحکم کرنے کے لئے انیس کی مثالیں دی گئی ہیں وہاں دبیر کے کلام سے بھی مدد لی جاسکتی تھی۔ یا شبلی کو ان مباحث کے لئے دبیر کے یہاں موزوں مثالیں ملیں ہی نہیں۔

5- وہ کلام جو دبیر کا نہیں ہے، تصدیق کے بغیر شبلی نے اسے دبیر سے کیوں منسوب کیا؟

اور اب شبلی کی پیروی میں درج بالا اعتراضات کے یہ جوابات دیکھئے۔

1- موازنے کا باب قائم کرنا اس لئے ضروری تھا کہ دبیر پرست دبیر کو انیس کے مقابلے پر یہ جانے بغیر لے آئے تھے کہ انیس کی شاعری کی فنّی خوبیاں اور اس کے معنوی امکانات کیا ہیں؟

2- جو نتائج شبلی نے کم مثالیں دے کر اخذ کئے ہیں، وہی مثالوں کی فراوانی کے بعد بھی برآمد ہوتے۔

3- ہمارے پاس ایسی کوئی داخلی شہادت نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ شبلی نے دبیر کا تفصیل سے مطالعہ نہیں کیا تھا۔ دبیر کو اچھی طرح پڑھنے کے بعد بضرورتِ مبحث انہوں نے اپنا کام نکال لیا۔

4- موازنے کے مباحث کی وضاحت اور ان کے اثبات کے لئے انہیں انیس ہی کے یہاں موزوں مثالیں ملتی چلی گئیں اس لئے انہوں نے دبیر کی مثالوں کو لانا ضروری نہیں سمجھا۔

5- آبِ حیات میں واقعاتی لغزشوں کے راہ پانے سے قبل آزاد نے بہت سے دبیریوں سے رجوع کیا لیکن کسی نے انہیں جواب نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ شبلی نے بھی ''غیر دبیری'' کلام کے بارے میں اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے مستند جوابوں کی جستجو کی ہو لیکن یہ حوالے انہیں فراہم نہ کئے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے یہ ان کے ذہن و قلم کی سہو کا نتیجہ ہو۔

تو موازنے کے قضیے پر اب تک کی گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ شبلی موازنہ نہیں بلکہ اس کی آڑ میں انیسی مرثیے کو سامنے رکھ کر رثائی شاعری کی شعریات لکھ رہے تھے اور چلتے چلاتے موازنے کی ضرورت انہیں اس لئے محسوس ہوئی کہ اپنی شعریات کے خطوط روشن کرتے وقت انہوں نے انیس کے یہاں جن معانی و محاسن کو نمایاں کیا ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتے اور اس کہیں اور کے لئے انہیں انیس کے فوری معاصر دبیر کی طرف جانا پڑا۔ سو برس قبل جب تنقید اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی، شبلی کی نگاہِ نقد کی تیزی کا اندازہ آج کے ایک بڑے نقاد کو سامنے لاکر لگایا جاسکتا ہے: ''بندش کی سستی اور ناہمواری'' کے ذیل میں شبلی نے انیس کے جواب میں لکھے جانے والے دبیر کے مرثیے کے اس بند کو نقل کیا ہے:

اے دبدبۂ نظم دوعالم کو ہلادے
اے طنطنۂ طبع جز و کل کو ملادے

اے معجزۂ فکر فصاحت کو جِلا دے
اے زمزمۂ نطق بلاغت کا صلہ دے
اے بائے بیاں معنیِ تسخیر کو حل کر
اے سینِ سخن قاف سے تا قاف عمل کر

اور لکھا ہے کس زور وشور کی اٹھان ہے، کیسے پُر رعب الفاظ ہیں لیکن معانی میں بہت کم ربط ہے۔ طنطنے کو جزو کل سے ملا دینے سے کیا نسبت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے مضمون ''دبیر کے مرثیوں میں بیانیہ'' کا آغاز اسی بند سے کیا ہے اور لفظوں کے ردّ و بدل سے سستی اور ناہمواری کا وہی نتیجہ نکالا ہے جو شبلی بہت پہلے نکال چکے ہیں۔

○

شبلی کے زمانے میں (بلکہ آج بھی) اُن دبیریوں کو جنھوں نے دبیر کو نہ پوری طرح پڑھا تھا نہ سمجھا تھا، یہ سمجھانا مشکل تھا کہ دبیر اپنی آزادانہ حیثیت میں بڑے بلکہ بہت بڑے شاعر ہیں لیکن جب ہم انہیں انیس کے مقابلے پر لاتے ہیں تو وہ اتنے بڑے نہیں معلوم ہوتے اور یہ اس لئے کہ رثائی بیانیے کے سارے اجزاء ولوازم دبیر کے یہاں اُس طرح نظر نہیں آتے جیسے انیس کے یہاں موجود ہیں۔ اپنی شعریات کی تہ میں شبلی نے دبیر کے چاہنے والوں کو یہی سمجھایا ہے۔ اسی لئے اب ہماری دیانتداری کا تقاضا ہے کہ مرثیے کی اوّلین شعریات کے لئے ہم شبلی کے شکر گزار ہو کر انہیں اُس کٹہرے سے باہر نکالیں جس میں دبیر کشی کے جرم میں وہ سو سے زیادہ برسوں سے خاموش کھڑے ہیں۔

حواشی:

۱۔ **وضع داران** لکھنؤ سید محمد ہادی لکھنؤ، صفحہ-۵۱
۲۔ **آبِ حیات**، صفحہ-۵۱۷
۳۔ صفحہ:۴۴۸
۴۔ **رثائی ادب**، دبیر نمبر، صفحہ:۴۵۰
۵۔ صفحہ:۴۹۰
۶۔ مقدمہ، صفحہ:۱۸۸
۷۔ **حیاتِ دبیر پر ایک نظر**: سید حسین رضوی میرٹھی، لکھنؤ ۱۹۱۴ء، صفحہ: ۱۰-۱۱
۸۔ صفحہ:۲۴۳
۹۔ صفحہ:۲۴۴